بدرالدین الکنانیؒ کے تدریسی اصول وآداب: ایک علمی و تحقیقی جائزہ

A research overview of Badr-ud-din Al Kanai's Principles of teaching

ڈاکٹر کریم داد[i] سعید الحق جدون[ii]

Absrtact

The education and character well bring has a prime role in the advancement of human life. The teaching is the only way to achive this target.

Teaching has been socred profession that is why the Prophet of Islam (s.a.w) has attributed it to Himself. He said that I have been sent as a teacher. Now the demand exists that how the teaching can be more effective and what the envirement does it requires? What are the princiles following which a teacher can be an examplry teacher and a student can be an outstanding student? The educationlist have differend views in this regard.

The prominal scholar Badr-ud-Din Al Kinai has introduced the principles and ethical code of teaching which have been presented scholarly in this article.

Key words: *human life, Prophet, educationlist Badr-ud-Din Al Kinai, principles and ethical code*

علومِ اسلامیہ کی تدریس چاہے دینی اداروں میں ہو یا سرکاری اداروں میں، تعلیمی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جو علم جس قدر اہم ہو اس کی تدریس بھی اس قدر اہمیت کا حامل ہوتا ہے، اس لئے علماء ومشائخ نے جہاں اس علم کو پڑھایا تو وہاں اس اہم علم کی تدریس کے اصول اور لوازمات

---

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

[ii] ایم فل ریسرچ سکالر، شعبہ قرآن وتفسیر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

کو بھی واضح کیا۔اس سلسلے میں عملی تربیت دینے کے علاوہ انھوں نے ان اصول وضوابط کو تحریراً محفوظ کیا، تاکہ اسلامی علوم میں دلچسپی رکھنے والے کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں۔

درس وتدریس کے حوالے سے یہ بات مسلم ہے کہ ایک شخص مثالی استاد تب بنتا ہے، جب اس کو درس وتدریس کے اصول کا پتہ ہو۔اکابر علماء ومشائخ نے اس فن میں اپنا لوہا منوایا اور اس فن پر مستقل کتابیں تحریر فرمائیں۔ان ماہرین تعلیم میں ایک بدر الدین الکنانیؒ بھی ہیں، جن کی تدریسی تجربات کو نہ صرف یہ کہ وقت کے لوگوں نے مانا، بلکہ جدید دور میں بھی تعلیمی اداروں کے معلمین ان کی کتابوں سے استفادہ کرتے ہیں۔

بدر الدین الکنانیؒ کا تعارف

بدر الدین الکنانیؒ کا پورا نام ابو عبداللہ، بدر الدین محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ بن جماعہ بن علی بن حازم بن صخر الکنانی الحموی الشافعی ہے۔ ربیع الثانی ۶۳۹ھ کو پیدا ہوئے[1]۔علم حاصل کرنے کے بعد ۶۵۰ھ میں حدیث کی سماع کی۔فراغت کے بعد دمشق میں تدریس شروع کی[2]۔۶۸۷ھ میں وزیر ابن سلعوس نے ان کو القدس میں قضاء کے منصب پر فائز کیا۔۶۹۰ھ میں مصر کے قاضی مقرر ہوئے، پھر کچھ عرصہ بعد معزول ہوئے[3]۔ ۶۹۳ ھ کو شام میں عہدہ قضاء پر مامور ہوئے اور وہاں پر جامع اموی کی خطابت کا عہدہ بھی سنبھالا۔اس کے علاوہ شیوخِ تدریس کے سربراہ مقرر ہوئے۔ابن دقیق العید کے بعد پھر دیار مصر کے قاضی مقرر ہوئے۔۷۰۹ ھ میں نظر کی کمزوری کی وجہ سے خود کو اس عہدہ سے بر طرف کر کے مختلف مدارس میں تدریس شروع کی۔آخر عمر میں نابینا تھے، گھر میں خلوت گزیں تھے۔ صوفیاء کے تمام طرق سے واقف تھے[4]۔ ۲۰ جمادی الاولی ۷۳۳ھ کو فوت ہوئے[5]۔

آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں، جن میں المنهل الرويّ في الحديث النبوي ، كشف المعاني في المتشابه، غرّة التبيان لمن لم يُسّم في القرآن، غرر البيان لمبهمات القرآن، تحرير الأحكام في تدبير أهل الإسلام، مختصر في السيرة النبويّة، مستند الأجناد في آلات الجهاد، قضاة مصر، قضاة دمشق، الخلفاء، الفوائد الغزيرة من حديث بريرة، في المكتبة العربية بدمشق، الإعلان في أحكام البنيان، رسالة في الكلام على الاسطرلاب[6] زیادہ قابل ذکر ہیں۔ان

کتابوں میں ایک کتاب استاد اور طالبِ علم کے اوصاف اور تدریس کے اصول وضوابط پر قلم بند کی ہے، جس کا نام " تذكرة السامع والمتكلم في آداب العالم والمتعلم" ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے درس وتدریس کے اصول و کے آداب اور تدریس کے موثر اسلوب پر بحث کی ہے۔ وہ کون سے اصول وآداب ہیں جنہیں بدرالدین الکنانیؒ نے تدریس کے لئے ضروری قرار دیئے ہیں؟ اس آرٹیکل میں ان پر تحقیقی انداز سے بحث کی جاتی ہے۔ وہ اصول وآداب درج ذیل ہیں۔

1. سبق کے شروع میں تعوذ اور تسمیہ پڑھنا

اسباق کی ابتداء میں تعوذ اور تسمیہ پڑھنا ضروری ہے۔ اکابر علماء اور مشائخ نے سبق کے شروع سے پہلے تعوذ، تسمیہ، تحمید اور درود کا اہتمام کیا ہے۔ احادیث میں بھی ہر کام سے پہلے تسمیہ اور تحمید کی ترغیب دلائی گئی ہے[7]۔ علامہ کنانیؒ اسباق کے شروع میں تعوذ اور تسمیہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"جب عبارت پڑھنے کی باری آجائے تو استاد کے حکم سے عبارت شروع کرے۔ شروع سے پہلے تعوذ، تسمیہ، تحمید اور درود پڑھے۔ اگر طالب علم بھول جائے تو استاد پر لازم ہے کہ وہ اسے تنبیہ کرے اور اس سے عمل کراکے دکھائے اور یاددہانی کراتا رہے، اس لئے کہ یہ اہم ترین ادب ہے۔ حدیث میں اہم امور کی ابتداء کے وقت بسم اللہ اور الحمد للہ کہنے کا حکم آیا ہے اور علم سے بڑھ کر کونسا عمل اہم ہو سکتا ہے[8]۔"

2. دیگر فنون سے پہلے قرآنی علوم کی تحصیل

قرآن کریم تمام علوم کا منبع و محور ہے، اس لئے سب سے پہلے اس کو پڑھنا اور حفظ کرنا چاہیے۔ پھر قرآن سے متعلقہ علوم سیکھنا ضروری ہے اور قرآن کو کسی بھی موڑ پر نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اس بات کی توضیح کرتے ہوئے بدرالدین الکنانیؒ لکھتے ہیں:

"حفظ قرآن کے بعد ہر فن کے متون کو یاد کرے۔ مثلاً حدیث، اصول حدیث، اصول فقہ اور علم نحو و صرف وغیرہ، لیکن یہ یاد رہے کہ ان علوم کے حصول کے وقت قرآن کریم سے غافل نہ ہو۔ دوسری کتابوں کی یاد میں مگن ہو کر قرآن کو نہ بھول بیٹھے۔ بلکہ روزانہ قرآن کریم کا بھی دور کرتا رہے۔ قرآن کو ہر گزنہ بھولنے دے کیونکہ اس کو بھلانے پر سخت وعیدیں آئی ہیں[9]۔"

آپ اس بات کی سختی سے تردید کرتے ہیں کہ فنون کی تعلیم پر لمبا عرصہ لگائے اور قرآن سے بے خبر رہے۔

جیسا کہ بعض علاقوں میں اس کا رواج تھا۔

3. ماہرینِ فن کی طرف رجوع کرنا

تعلیم و تعلم میں ہر فن کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا چاہیے، محض کتابوں پر بھروسہ نہیں رکھنا چاہیے، کہ کتاب کا مطالعہ کیا جائے اور استاد کو درمیان سے نکال دے۔ علم حاصل کرنے میں استاد کا سہارا لینا چاہیے اور فن کے ماہرین سے سیکھنا چاہیے، علامہ کنانیؒ لکھتے ہیں:

"تمام کتابوں کو اساتذہ سے سیکھنا چاہیے، بغیر استاد کے صرف ذاتی مطالعہ پر اعتماد نہ کرے، بلکہ ہر فن کے بہترین استاد سے اس فن کو حاصل کرے۔ اپنی استعداد کے مطابق سبق لے، نہ اتنا زیادہ ہو کہ اکتا جائے اور نہ ہی اتنا کم ہو کہ کچھ حاصل بھی نہ ہو[10]۔"

تو گویا بدرالدین الکنانیؒ کے ہاں ایک استاد جو فن پڑھاتا ہو اسے اس فن میں مہارت ہونی چاہیئے اور درس کے لیے خوب تیاری کرنی چاہیئے۔ بغیر تیاری کے درس میں نہیں آنا چاہیئے۔

4. مبتدی کو اختلافی مسائل سے گریز کرنا

مبتدی طالبِ علم کا ذہن اس قابل نہیں ہوتا کہ اس کو اختلافی مسائل بیان کئے جائیں، بلکہ اس کو آسان سے آسان تر طریقے سے سمجھانا چاہیے۔ اسی وجہ سے ماہرین تعلیم اس سے منع کرتے ہیں کہ مبتدی طلباء کو اختلافات بیان کیے جائیں، علامہ کنانیؒ بھی یہی تصور پیش کرتے ہیں:

"مبتدی کے لئے علماء کے اختلافی مسائل سے بچنا ضروری ہے۔ اس لئے یہ ذہنی انتشار اور عقلی پریشانی کا سبب بنے گا اگر کسی استاد کا طریقہ تدریس نقل مذاہب اور نقل اختلافات ہو، اپنا کوئی ذاتی مسلک نہ ہو تو بقول امام غزالیؒ ایسے استاد کے پاس پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ ایسے استاد سے فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچنے کا خطرہ ہوتا ہے[11]۔"

بدرالدین الکنانیؒ اس بات سے منع کرتے ہیں کہ طلباء کو پہلے ہی دن سے اختلافی مسائل میں الجھایا جائے۔ جیسا کہ بعض جگہوں میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ طلباء کو فروعی اور سیاسی اختلافات میں لگایا جاتا ہے۔

5. ایک ایک فن پڑھانا

بدرالدین الکنانیؒ کی تدریسی اصول میں سے ایک یہ ہے کہ طلبہ کو ایک وقت میں ایک فن پڑھانا چاہئے اگر طالب علم ذی استعداد ہو تو جتنا پڑھ سکتا ہے اتنا پڑھائیں اور اگر کمزور ہو تو صرف ایک فن کی ایک کتاب پڑھائیں:

"شروع میں ایک فن کی ایک ہی کتاب یا ایک فن کی مختلف کتابیں اگر پڑھنے کی استعداد ہو تو پڑھنا بہتر ہے۔ طالبِ علم کو چاہئے کہ جو کتاب پڑھنا چاہتا ہے وہ استاد کے مشورے سے پڑھے[12]۔"

6. غیر نصابی کتب کے مطالعے سے گریز کرنا

مبتدی طلبہ کو درسی کتابوں کے علاوہ دیگر کتابوں کے مطالعے سے گریز کرنا چاہیے، جب وہ بڑے کلاسوں میں پڑھنے لگ جاتے ہیں تو پھر اساتذہ کے مشورے سے خارجی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے، علامہ کنانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"ابتداء میں مختلف تصانیف کے مطالعے سے بھی گریز کرنا چاہیے۔ اس سے وقت ضائع ہو گا، ذہن یکسو نہیں رہے گا، متفرق امور کی طرف بٹ جائے گا۔ بلکہ جس کتاب کو پڑھ رہا ہو یا جو فن پڑھ رہا ہو اپنا مکمل وقت اسی کو دے۔ اس کو خوب سمجھ کر پڑھے اور ذہن میں پختہ کرے[13]۔"

7. کتاب ادھورا چھوڑنا ناکامی کی علامت

ایک کتاب شروع کر کے مکمل کئے بغیر اس کو چھوڑ کر بلا وجہ دوسری کتاب شروع نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ اس طرح علم حاصل نہیں ہو سکتا اور یہ طالبِ علم کی ناکامی کی علامت ہے، بدر الدین الکنانیؒ لکھتے ہیں:

"ادھورا کتاب چھوڑنا طالبِ علم کی ناکامی کی علامت ہے۔ ہاں اگر صلاحیت پختہ اور استعداد مضبوط ہو جائے اور علوم میں درک حاصل ہو جائے تو بہتر ہے کہ علوم شریعت میں کسی بھی علم کو پڑھے بغیر نہ چھوڑے۔ نبی کریم ﷺ نے معلم انسانیت ہونے کے ساتھ مزید علم کی دعا کی تھی[14]۔"

8. تمام متعلقہ علوم میں تبحر پیدا کرنا

طلبہ اور محققین کو چاہیے کہ وہ تمام علوم کے متعلق معلومات حاصل کریں۔ کم سے کم درجہ یہ ہے کہ کسی علم اور فن سے ناواقف نہ رہے۔ اس بات کی ترغیب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر وقت اور عمر ساتھ دے تو تمام علوم میں تبحر حاصل کرے، اگر تبحر نہ ہو تو کم از کم کسی علم کے بارے میں جاہل نہ رہے، بلکہ ہر فن و علم کے اہم مسائل سے ضرور باخبر ہو اور عمل

سے ہر گز غافل نہ ہو اس لئے کہ تمام علوم کے حصول کا بڑا مقصد عمل ہی ہے[15]۔"

9. سبق کی تصحیح کرانا

درس وتدریس میں سبق کی تصحیح اور استاد کو سنانے کا عمل انتہائی ضروری ہے۔ جو استاد طلبہ سے اسباق نہیں سناتا اس کے شاگردوں کے اسباق میں غلطی رہ جاتی ہے۔ علامہ کنانیؒ اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سبق استاد کو سنا کر تصحیح کرانی چاہیے، اگر استاد نہ ہو تو کسی اور کو سنا کر سبق کی تصحیح کے بعد پھر پختہ یاد کرلے پھر وقتاً فوقتاً اس کو دہراتا رہے، تصحیح کے بغیر یاد نہ کرے۔ اس لیے صرف کتاب سے یاد کر کے استاد کو سنائے بغیر یاد کرنا درست نہیں، بغیر استاد کے محض کتاب سے یاد کرنا فساد کا باعث اور نقصان دہ ہے[16]۔"

10. استاد کی سہو پر تنبیہ میں ادب ملحوظ رکھنا

سبق میں استاد کے علمی نکات کو لکھنا ضروری ہے، استاد اگر طالبِ علم کے کسی لفظ یا مفہوم کی تغلیط کرے اور وہ درحقیقت غلط نہ ہو، یا استاد سے غفلت یا سہواً یا سبقت لسانی کی وجہ سے کوئی لفظ غلط صادر ہو تو استاد کو کہتے وقت ادب ملحوظ رکھنا چاہیے، بدر الدین الکنانیؒ لکھتے ہیں:

"استاد سے غلطی کی صورت میں یہ نہ کہے کہ آپ نے غلط کہا بلکہ اچھے انداز سے اس غلطی پر استاد کو مطلع کرے۔ مثلاً یوں کہے کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ اگر استاد اپنے قول سے رجوع کرے تو ٹھیک، ورنہ اس کو کسی اور مجلس کے لئے چھوڑ دے۔ استاد سے نہ الجھ پڑے اور یہ خیال کرے، ہو سکتا ہے استاد محترم کی رائے درست ہو[17]۔"

11. درس میں حاضری کا اہتمام

درس وتدریس کے لئے حاضری ضروری ہے، جو استاد یا شاگرد حاضری نہیں کرتا اس کے درس میں تسلسل نہیں رہتا، جو طلبہ درس گاہ میں زیادہ سے زیادہ حاضری دیتے ہیں، ان کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے، علامہ کنانی لکھتے ہیں:

"طلبہ کو چاہیے کہ وہ درس گاہ میں حاضری کو لازم بنائے۔ بلکہ اگر ہو سکے تو استاد کے تمام اسباق میں شامل ہو، اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ استاد کی صحبت کو غنیمت جانے، طول صحبت سے کبھی سیر نہ ہو، اس لئے کہ استاد کی مثال درخت کھجور کی سی ہے۔ کسی وقت بھی پھل

گرا سکتا ہے۔استاد کی مسلسل خدمت کرنے کی کوشش کرے، خدمت میں دوسروں سے سبقت کرے،اس لئے کہ یہ اس کو شرف بخشنے اور عزت دلانے کا باعث ہے [18]۔"

12. علم حدیث کا طریقہ تدریس

علومِ اسلامیہ میں مہارت کے لئے جس طرح مختلف علوم وفنون کی ضرورت ہے اس طرح علوم اسلامیہ بالخصوص حدیث میں مہارت کے لئے اصول حدیث سے واقفیت ضروری ہے۔ مثلاً صحیح حدیث، حسن، ضعیف، مسند، مرسل اور دوسرے انواع سے واقفیت لازمی ہے۔کیونکہ حدیث علوم شریعت کے دو عظیم بازوؤں میں سے ایک ہے۔ محض سماع پر اکتفاء نہ ہو بلکہ حدیث کے معنی ومفہوم سے واقفیت حاصل کرے۔امام شافعیؒ نے فرمایا جو حدیث میں غور وفکر کرے گا وہ دلائل کے اعتبار سے قوی ہو گا،اس لئے کہ حدیث سے مقصود ہی درایت ہے [19]۔بدرالدین الکنانیؒ اس علم کی اہمیت پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "حدیث کے متعلق علوم سے واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے، حدیث کے اسناد، رجال، اس کے معانی، احکام، فوائد، لغت اور تواریخ میں درک حاصل کرے۔ پہلے صحیح بخاری و مسلم کی احادیث پھر دوسری کتب احادیث سے کسب فیض کرے ۔ مثلاً مؤطا امام مالک، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، جامع ترمذی، مسند امام شافعی وغیرہ۔ان سے کم کتب پر اکتفانہ کرے ۔اس میں مزید مدد و معاونت کے لئے امام ابی بکر البیہقیؒ کی السنن الکبری، مسند امام احمد، مسند بزار، حمید وغیرہ پڑھے [20]۔"

13. فہم محفوظات کے بعد مبسوطات کی طرف متوجہ ہونا

متون اور ان کے شروحات کو حل کرنے کے بعد مبسوطات کے مباحث کی طرف ذہن کو مبذول کرنا چاہیے۔اور کسی بھی مسئلے کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل کرنا ضروری ہے، علامہ کنانیؒ لکھتے ہیں:

> "چھوٹی کتابوں کو پڑھنے کے بعد بڑی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے، اور ان کے متعلق جو عجیب وغریب فوائد یا حل مشکلات یا احکام تشابہات میں فرق وغیرہ نظر سے گزرے ضبط کرتا رہے اور کوئی فائدہ یا قاعدہ نظر سے گزرے اس کو بے فائدہ نہ سمجھے اور نہ اس کو ہلکا گردانے، بلکہ اس کو یاد کرے اور قیدِ کتابت میں لائے [21]۔"

14. علم کی زیادتی کے لئے آخری حد تک کوشش کرنا

علوم اسلامیہ کی طلب میں ہمت بلند سے بلند تر ہو، علوم کثیرہ کو حاصل کرنے کی گنجائش ہوتے ہوئے قلیل پر کبھی اکتفانہ کرے۔ وراثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جتنا زیادہ سے زیادہ حاصل کر سکتا ہو کرلے۔ کم پر قانع نہ ہو اور کسی علم کے حصول کا وقت ہو اس کو کل پر نہ ٹال دے۔ ٹالنا بڑی آفت ہے۔ فراغت، نشاط، عافیت، شباب کے اوقات کو غنیمت جانے، دل جمعی کم مصروفیات اور صحت کے ایام کو نعمت غیر مترقبہ سمجھے[22]۔اس اصول پر اکابر واسلاف کے اقوال سے دلائل پیش کرتے ہوئے علامہ الکنانیؒ لکھتے ہیں:

> "حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔«تفقهوا قبل أن تسودوا» [23] "سردار بننے سے پہلے علم حاصل کرو" حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں، ذمہ دار بننے سے قبل تفقہ حاصل کرو جب ذمہ داری گردن پر آئے گی تو علم حاصل کرنا دشوار ہوگا۔ خود کو باکمال سمجھنے اور مشائخ سے مستغنی سمجھنے سے ہر وقت بچتا رہے کیونکہ خود کو باکمال اور اساتذہ سے مستغنی سمجھنا عین جہالت اور ناسمجھی ہے۔اس سے علوم ضائع ہوں گے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: « لا يزال الرجل عالما ما تعلم ، فإذا ترك العلم وظن أنه قد استغنى ، واكتفى بما عنده كان أجهل ما يكون » [24]
>
> "انسان جب تک علم حاصل کرتا رہے گا اس کا علم برقرار رہے گا۔ جب تعلم کو چھوڑ دے گا اور خود کو علوم سے مستغنی سمجھے گا۔ تو وہ سب سے بڑا جاہل ہوگا۔"

15. درس کی تقریر کو لکھنا

درس گاہ میں سبق کے صرف سننے پر اکتفانہ کرے یہ کم ہمتی، ناکامی اور ہوشیار نہ ہونے کی علامت ہے۔ بلکہ ہوشیار طالبِ علم وہ ہے، جو استاد کے درس کو لکھے، بدر الدینؒ لکھتے ہیں:

> "طالب کے لئے ضروری ہے کہ تمام اسباق کو قید کتابت میں لائے۔ یہ کام وہ آدمی کر سکتا ہے جو علوم کا مشتاق اور حصولِ علم کا حریص ہو۔ اگر سارے اسباق کو ضبط کرنے کی ہمت نہ ہو تو کم از کم اہم اہم باتوں کو ضرور لکھ لے[25]۔"

16. ساتھیوں کے ساتھ تکرار کرنا

سبق کے بعد استاد کے درس میں پابندی سے حاضر ہونے والے ساتھیوں کے ساتھ سبق

کا تکرار کرنا چاہیے۔ تکرار سے سبق میں پڑھے ہوئے اہم مباحث و قواعد کا اعادہ ہوتا ہے، اسی دن کلاس میں پڑھے ہوئے سبق کو دہرانا اور استاد کا کلام ایک دوسرے کو سنانا طلبہ کے فائدے کا سبب ہے۔ علامہ کنانیؒ لکھتے ہیں:

> "تکرار کا عمل تعلیم کے لئے بہت ضروری ہے، تکرار درس سے متصل بعد بہتر ہے۔ اس لئے کہ اس وقت تمام ساتھیوں کا ذہن متوشش نہیں ہوتا ہے۔ سبق کے متعلق تمام باتیں ان کے اذہان میں موجود ہوتی ہیں، لہٰذا مجلس درس برخاست ہونے سے پہلے مذاکرہ ہو۔ پھر بعد میں بھی اس کو دہرایا جائے۔ آپ کہتے ہیں، تکرار کا بہترین وقت عشاء کے بعد ہے۔ بعض اسلاف عشاء کے بعد تکرار کی مجلس قائم کرتے اور تکرار کے لئے بیٹھ جاتے اور فجر کی اذان تک تکرار و مذاکرے میں مصروف رہتے[26]۔ تکرار کے لئے اگر ساتھی نہ ملے تو خود اپنے نفس کو سنائے۔ جو کچھ استاد سے سنا ہے اس کے معانی اور الفاظ کو سوچے، غور کرے اور دل میں بٹھانے کی کوشش کرے، تاکہ وہ دل میں اپنے لئے جگہ بنالے۔ اس لئے کہ معانی کو دل میں بار بار دہرانا الفاظ کو زبان پر دہرانے کی طرح ہی ہے۔ صرف استاد سے سن کر بغیر تکرار کے اسی پر اکتفا کرنے والا کم ہی کامیاب ہوتا ہے۔"

17. غیر متعلقہ گفتگو اور سوالات سے پرہیز کرنا

طلبہ کے لئے ایک اصول یہ ہے کہ وہ کلاس کے دوران غیر متعلقہ سوالات سے گریز کریں، اس قسم کے سوالات سے درس میں انقطاع پیدا ہوتا ہے اور اصل مقصد کو نقصان پہنچتا ہے، علامہ بدرالدینؒ لکھتے ہیں:

> "دوران سبق بات چیت یا غیر متعلق سوال نہ کرے ہاں استاد سوال کرنے یا گفتگو کرنے کی اجازت دے تو بات کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے[27]۔"

درس گاہ میں حاضر ہوتے وقت اور واپسی میں اہل مجلس اور استاد کو سلام کرنا کلاس کے آداب میں سے ہے۔ بعض حضرات نے حلقہ درس کو ان مقامات میں شمار کیا ہے، جہاں سلام کرنا درست نہیں ہے، مگر عرف و عمل اس کے مطابق نہیں ہے۔ درس گاہ میں آکر سلام کرنے کے بعد لوگوں کی گردنوں کو پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہ کرنا۔ بلکہ جہاں جگہ ملے وہیں بیٹھ جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے[28]۔ ہاں اگر استاد صراحت سے اس کو اپنے قریب آنے کا حکم دے یا حاضرین مجلس اس کے آگے جانے پر راضی ہوں، یا اس کے مرتبے یا کسی اور وجہ سے آگے جانے کو کہیں تو آگے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کنانیؒ لکھتے ہیں:

"درس گاہ میں ساتھیوں اور استاد کو سلام کرنا چاہیے، لوگوں کے گردنوں پر پھلانگ کر آگے جانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، قصداً کسی کو اپنی جگہ سے اٹھا کر وہاں نہ بیٹھے، نہ کسی کو دے۔ اگر کوئی ایثار کر کے اس کو اپنی جگہ پیش کرے تو قبول نہ کرے، ہاں اگر قبول کرنے میں مصلحت ہو، تو پھر ٹھیک ہے ۔ حاضرین پر لازم ہے کہ باہر سے آنے والے کو مرحبا کہیں، ان کو حلقہ میں جگہ دیں اور اس کی جگہ بنالیں، ساتھی اگر جگہ دیں اور مجلس میں گنجائش کم ہو تو آنے والے کو چاہیے کہ وہ سمٹ کر بیٹھ جائے۔ کشادہ ہو کر نہ بیٹھے، کہ نہ کسی کو پہلو مارے نہ کہنی لگائے۔ نہ ساتھ بیٹھے ہوئے ساتھی کو کسی قسم کی تکلیف دے اور نہ ہی درسگاہ کے آداب کے خلاف کوئی حرکت کرے[29]۔"

18. اشکال پیش آنے پر سوال کرنے سے نہ شرمائے

کسی مسئلے میں اشکال پیش آجائے تو استاد سے سوال پوچھنے میں نہ شرمائے، بلکہ ادب کے ساتھ سوال کرے۔ اس سلسلے میں علامہ کنانیؒ نے چند دلائل دیتے ہوئے لکھا ہے:

"جب اشکال آجائے تو پوچھنا چاہئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: «من رق وجهه، رق علمه» [30]کسی کا قول ہے جو استاد سے پوچھتے وقت شرمائے تو لوگوں کے سامنے اس کا عیب ظاہر ہو گا"۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرماتی ہیں: «نعم النساء نساء الأنصار لم يمنعهن الحياء أن يتفقهن في الدين» [31]"انصار کی عورتیں بہت اچھی ہیں کیونکہ دین کی سمجھ حاصل کرنے میں حیا ان کے لیے رکاوٹ نہیں بنتی۔"

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: کہ اللہ تعالیٰ حق سے نہیں شرماتا، اگر عورت کو احتلام ہو جائے تو کیا اس پر غسل واجب ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں جب وہ پانی (یعنی منی) دیکھے۔

19. کلاس میں سوال کرنے کے آداب

سبق کے مقام سے ہٹ کر کوئی سوال نہیں کرنا چاہئے، اگر استاد کی طرف سے اس کی اجازت ہو تو جائز ہے، لیکن اگر استاد سوال کا جواب نہ دے، تو طالبِ علم خاموشی اختیار کرے، جواب دینے پر اصرار نہ کرے۔ شائد اسی وقت ذہن میں نہ ہو یا کوئی اور مصلحت ہو، علامہ کنانیؒ کہتے ہیں:

"سوال کے جواب میں اصرار نہیں کرنا چاہئے، جواب میں اگر استاد سے خطا ہو جائے تو فوراً اس کی تردید نہ کرے، صاف بتانے اور یہ کہنے سے بھی نہ شرمانا چاہیے کہ سبق نہیں سمجھ سکا ہوں۔ اس لئے کہ اس سے بہت ساری مصلحتیں اس کی فوت ہو جائیں گی۔ فی الحال یاد نہیں کر پائے گا۔ اس سے اس کے ورع و تقوی پر اثر پڑے گا اور عادت بھی خراب ہو گی۔ آپ فرماتے ہیں: جہالت حیا اور تکبر کے درمیان ہے[32]۔"

20. عبارت پڑھنے میں اپنی باری کا لحاظ رکھنا

طلبہ سے عبارت پڑھوانا علماء ومشائخ کا پرانا طریقہ کار ہے، لیکن یہ عبارت ہر ایک طالبِ علم اپنی باری پر پڑھے گا، کسی طالب علم کو کسی دوسرے ساتھی کی باری میں نہیں پڑھنا چاہئے، بدرالدین الکنانیؒ فرماتے ہیں:

"عبارت پڑھنے میں ہر طالبِ علم اپنی باری کا خیال رکھے، کسی ساتھی کی باری میں اس کی اجازت کے بغیر نہ بڑھے۔ روایت ہے کہ ایک انصاری صحابی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر سوال پوچھ رہے تھے کہ بنو ثقیف کا ایک شخص آیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے اخو ثقیف انصاری بھائی نے آپ سے پہلے مسئلہ دریافت کیا ہے۔ آپ بیٹھ جائیے اس سے فارغ ہو کر آپ کی ضرورت پوری کروں گا[33]۔ خطیب نے کہا ہے، پہلے آنے والے کے لئے یہ مستحب ہے کہ اجنبی اور دور سے آنے والے کو موقع دے۔ اس سلسلے میں دو حدیثیں بھی مروی ہیں: ایک عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسری عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے۔ اس طرح اگر کوئی وجہ نہ ہو تو اپنی باری دوسرے کو دینا لوگوں نے ناپسند سمجھا ہے۔ اس لئے کہ قرأتِ علم، عبادت ہے اور عبادت میں دوسرے کو ترجیح دینا مکروہ ہے۔ سبق میں سب سے پہلے حاضر ہونے والے کی نوبت و باری بھی پہلے آتی ہے۔ ہاں کسی مجبوری اور شرعی عذر کی بناپر تاخیر ہو جائے تو عبارت پڑھنے کی باری ختم نہیں ہو گی۔ اگر عبارت میں اختلاف ہو جائے تو قرعہ اندازی سے فیصلہ ہونا چاہیے یا استاد کے حکم سے تعیین ہو[34]۔"

21. استاد کی مصروفیت کے وقت پڑھانے کی درخواست نہ کرنا

استاد کے سامنے انتہائی ادب و احترام کے ساتھ بیٹھنا چاہیے۔ کتاب ساتھ ہونا چاہیے، پڑھتے وقت کتاب کھول کر نیچے نہیں رکھنا چاہیے، بلکہ اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر پڑھے اور عبارت کی

ابتداء استاد کی اجازت کے بغیر نہ کرے۔ علامہ کنانیؒ نے خطیب بغدادیؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے:

"خطیب بغدادیؒ نے اسلاف کی ایک جماعت سے نقل فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں، جب تک استاد کی طرف سے پڑھنے کی اجازت نہ ملے نہیں پڑھنا چاہیے۔ استاد کی مصروفیت یا بوریت یا غم وحزن کے وقت، یا غصہ، بھوک پیاس، اور آرام کے وقت ان سے پڑھانے کی درخواست کر کے زحمت نہیں دینا چاہیے[35]۔ استاد سبق کم پڑھوانا چاہے تو کم ہی پر اکتفاء کرنا چاہیے، استاد کو کہنے کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر استاد صراحتاً کہہ دے تب پڑھنا موقوف کرنا چاہیے اگر مقدار مقرر ہو، تو مقررہ مقدار سے زیادہ عبارت نہ پڑھے، ہاں کسی طالب علم کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ عبارت پڑھنے والے کو کہے کہ بس کرو۔ استاد حکم دے یا استاد کے حکم سے کہہ دے تو کوئی حرج نہیں ہے[36]۔"

22. ہم جماعت ساتھیوں کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرنا

طالبِ علم کو چاہئے کہ دوسرے طلبہ کا خیال رکھے، ان کی خیر خواہی ڈھونڈے یہ اس کی کامیابی کا راز ہوگا، اس بابت علامہ کنانیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"طالبِ علم کو چاہیے کہ وہ دوسرے طلبہ کو تحصیل علم کی ترغیب دیتا رہے، ان کی مدد بھی کرتا رہے، اور ان کے ساتھ خیر خواہانہ رویہ برتے۔ اس سے اس طالبِ علم کا دل منور اور عمل پاکیزہ ہوگا، اس سلسلے میں بخل سے کام لینے والے کا علم مضبوط نہیں ہوگا اگر کسی صورت میں پختہ ہو بھی جائے تو نفع بخش نہیں ہوگا۔ یہ انتہائی مجرب بات ہے[37]۔"

نتائج

اس آرٹیکل میں علامہ بدرالدین الکنانیؒ کے تدریسی اصول وآداب کا جائزہ لیا گیا۔ استاد اور شاگرد کو درس وتدریس سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونے کے لیے جو باتیں ضروری ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

استاد کے لیے اصول: ۱۔ استاد کا ماہر فن ہونا اور درس کے لیے تیاری کرنی چاہیئے۔ ۲۔ سب سے پہلے قرآنی علوم کو سکھانا۔ ۳۔ فروعی اختلافی مسائل سے اجتناب کرنا۔ ۴۔ ایک ایک فن پڑھانا۔ ۵۔ کتاب ادھورا نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ ۶۔ سبق میں غلطی پر تصحیح کرانا۔ ۷۔ حاضری کا اہتمام کرنا۔

۸۔ عملی نمونہ ہونا۔ ۹۔ سبق کی ابتداء تعوذ و تسمیہ سے کرنا۔

شاگردوں کے اصول وآداب : ۱۔ ماہرین فن کی طرف رجوع کرنا۔ ۲۔ ابتدا میں اختلافی مسائل سے گریز کرنا۔ ۳۔ غیر نصابی کتب کے مطالعے سے گریز کرنا۔ ۴۔ درس میں حاضری کا اہتمام کرنا۔ ۵۔ متعلقہ علوم میں تبحر پیدا کرنا۔ ۶۔ استاد کا احترام کرنا اور خدمت کی کوشش میں لگے رہنا۔ ۷۔ غیر متعلقہ گفتگو اور سوالات سے احتراز کرنا۔ ۸۔ استاد کے نکات کو قلم بند کرنا۔ ۹۔ اشکال پیش آنے پر سوال کرنے سے نہ شرمانا۔ ۱۰۔ ہم جماعت ساتھیوں سے خیر خواہی کا معاملہ کرنا۔

حواشی و حوالہ جات

1 الذہبی، شمس الدین، معجم الشیوخ الکبیر ۲: ۱۳۰، مکتبۃ الصدیق، الطائف، ۱۹۸۸ء

2 محمد بن أحمد، المعجم المختص بالمحدثین: ۲۰۹، مکتبۃ الصدیق، الطائف، ۱۴۰۸ھ

3 محمد بن شاکر صلاح الدین، فوات الوفیات ۳: ۲۹۷، دار صادر، بیروت، ۱۹۷۴ء

4 بدر الدین ابراہیم الکنانی، تذکرۃ السامع والمتکلم فی أدب العالم والمتعلم: ۱۷، بیت العلم لاہور (س۔ن)

5 ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنہایہ ۱۴: ۱۶۳، مکتبۃ المعارف بیروت (س۔ن)

6 الزرکلی، خیر الدین بن محمود، الأعلام، ۵: ۲۹۷، دار العلم للملایین، ۲۰۰۲

7 صحیح ابن حبان، باب ماجاء فی الابتداء بحمد اللہ تعالی، حدیث (۱) لِلَّهِ

8 تذکرۃ السامع والمتکلم فی أدب العالم والمتعلم: ۱۰۹

9 عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «عرضت علي أجور أمتي حتى القذاة يخرجها الرجل من المسجد، وعرضت علي ذنوب أمتي فلم أر ذنبا هو أعظم من سورة من القرآن أو آية أوتيها رجل ثم نسيها» (صحیح ابن خزیمۃ، باب فضل إخراج القذی من المسجد، حدیث (۱۲۹۷)

10 تذکرۃ السامع والمتکلم فی أدب العالم والمتعلم: ۹۸

11 الغزالی، أبو حامد محمد بن محمد، إحیاء علوم الدین ۱: ۵۷، دار المعرفۃ بیروت (س۔ن)

12 تذکرۃ السامع والمتکلم فی أدب العالم والمتعلم: ۱۰۰

13 نفس مصدر: ۹۹

14 رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا (سورۃ طہ: ۲۰ : ۱۱۴)

15 تذکرۃ السامع والمتکلم فی أدب العالم والمتعلم: ۱۰۳

16 نفس مصدر: ۱۰۰

17 اگر کسی سوال کے جواب میں استاد کی غلطی ثابت ہو اور یہ کسی استفتاء کا جواب ہو، یا سائل دور سے آیا ہو دوبارہ نہیں آسکتا ہو تو اشارہ یا کنایہ یا صریح الفاظ سے استاذ کو متنبہ کرنا ضروری ہے اور اس طرح خاموشی سے رہنا استاذ کے ساتھ خیانت ہے۔ ہاں البتہ بڑے لطیف انداز سے ادب کو ملحوظ رکھ کر نشاندہی کرنی چاہیے۔

18 تذکرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم: ۱۰۴

19 ابن الأثير، مجد الدين الشيباني الجزري، الشافي في شرح مسند الشافعي ۳۰:۵، مَكتَبَةَ الرُّشد، الرياض، ۲۰۰۵ء

20 تذکرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم: ۱۰۱

21 نفس مصدر

22 الفقيه والمتفقه ۲: ۴۰۲

23 صحيح البخاري، باب الاغتباط في العلم والحكمة ۱: ۲۵

24 الفقيه والمتفقه ۳: ۱۷۴

25 تذکرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم: ۱۰۳

26 الفقيه والمتفقه ۳: ٦۵

27 تذکرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم: ۱۰۵

28 من تخطى رقاب الناس يوم الجمعة اتخذ جسرا إلى جهنم (سنن الترمذي، حديث (۵۱۳)

29 تذکرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم ۱۰۴-۱۰۵

30 عبد الله الدارمي، سنن الدارمي ۱: ۴۵۸، دار المغني للنشر والتوزيع، السعودية، ۲۰۰۰ء

31 صحيح البخاري، باب الحياء في العلم

32 تذکرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم: ۱۰۷

33 مصنف عبد الرزاق حديث (۸۸۳۰)

34 تذکرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم: ۱۰۸

35 الفقيه والمتفقه ۳: ۸۰

36 تذکرة السامع والمتكلم في أدب العالم والمتعلم: ۱۰۹

37 نفس مصدر: ۱۱۰